احوالِ واقعی

وزارت بہار کے خلاف اخباری پروپیگنڈے کی حقیقت

(از)

محکمۂ اطلاعاتِ عامہ حکومتِ بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال

دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے۔

جس تاریخ سے کانگرس نے صوبوں کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اُس تاریخ سے ملک کے فرقہ پرست اخباروں نے کانگرسی وزارتوں کے خلاف غلط پروپاگنڈا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھ لیا۔ کلکتہ کا انگریزی اخبار اسٹار آف انڈیا جسے ان تمام فرقہ پرست اخباروں کا امام کہا جا سکتا ہے نہ معلوم کن ذرائع سے ایسی خبریں شائع کرتا رہتا ہے جنکی کہیں سے کوئی بنیاد نہیں ہوتی یوں تو وہ تمام کانگرسی وزارتوں کے خلاف خوامخواہ کی نکتہ چینی کیا کرتا ہے لیکن بہار کی وزارت کیساتھ ہمسایہ ہونیکی حیثیت سے اس نے جو حقوق ہمسائیگی ادا کئے ہیں اُن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تقریباً ہر اشاعت ایسی خبروں کی سرمایہ دار ہوتی ہے جن میں بہار کی کانگرسی وزارت کے متعلق جی کھول کر زہر اگلے جاتے ہیں اور اس کے خلاف مسلمانوں کے فرقہ دارانہ جذبات کو پورے زور قلم کے ساتھ مشتعل کیا جاتا ہے اسکی بعض خبریں اور بعض مقالے تو اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ دور حاضرہ کی روادار سے روادار حکومت بھی انہیں برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن ہمارے صوبے کی وزارت نے ایک قومی حکومت ہونے کی حیثیت سے اس کو کبھی پسند نہیں کیا کہ ملکی اخباروں کی آواز کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور ان سے وہ فطری اور عمرانی حقوق چھین لئے جائیں جن کے لیے خود کانگرس ایک عرصے تک غیر ملکی اقتدار سے برسرپیکار رہ چکی ہے۔ وزارت نے بدترین قسم کی افترا پردازی پر بھی صابرانہ تحمل سے کام لیا۔ اور جو گرم و سرد الفاظ ان فرقہ پرست اخبارات نے اُسکی شان میں استعمال کئے انہیں شکریہ کا دامن پھیلا کر سمیٹتی رہی۔ لیکن افسوس ہے اسکی غیر معمولی رواداری سے بعض کوتاہ اندیش دماغوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حکومت کے پاس ان افتراءات کی تردید کے لیے جواب

اور ان فتنوں کے استعمال کے لیے جرات نہیں اور اس کی خاموشی ایک مجرمانہ خاموشی ہے۔ گو محکمۂ اشاعت کی طرف سے اسٹار آف انڈیا کی "تہمت تراشیوں" کی اکثر و بیشتر تردید ہوتی رہی ہے۔ لیکن صوبے کی وہ دیہاتی آبادی جہاں اخبارات نہیں پہونچتے لیکن مخالفوں کی آوازیں زبانی پروپگنڈے کے ذریعے بار بار پہونچ رہی ہیں وہاں اگر سرکاری تردیدیں نہ پہونچی ہوں تو کوئی تعجب نہیں۔ ان حالات کے ماتحت محکمۂ اشاعت ضروری سمجھتا ہے کہ صوبے کی آبادی کے سامنے فرقہ پرست اخبارات کے غلط پروپیگنڈوں کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا جائے۔ اور فرقہ وارانہ مسائل میں حکومت کے نقطۂ نگاہ کی پوری پوری شرح کر دی جائے۔ تاکہ ناواقف باشندے نادانستگی میں "فرقہ وارانہ تبلیغ" کے شکار نہ ہوں،

فرقہ پرست اخباروں کے پروپیگنڈے کی حقیقت

اسٹار آف انڈیا اور اس کے اردو مقلدین بہار کی کانگرسی وزارت کے خلاف جو جھوٹی خبریں تصنیف کرتے ہیں سچائی کی کسوٹی پر ان کی حیثیت کیا ہے؟۔ یہ ثابت کرنے کی غرض سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں انصاف کی آنکھیں خود دیکھ لیں گی حقیقت کیا ہے؟ واقعہ کس حد تک ہے؟ اور جھوٹ کی رنگ آمیزیاں اس میں کس حد تک شامل ہیں؟۔ اور وزارت کے خلاف کس قسم کا غیر ذمہ دارانہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔

جہاں تک کانگرسی وزارت کے خلاف افواہیں جمع کرنے کا تعلق ہے اسٹار آف انڈیا کے فتوحات حد درجہ حیرت انگیز ہیں۔ اسکی طبعزاد خبروں کی اہمیت کیا ہے؟ یہ عوام کو اس کی اس اشاعت سے معلوم ہو جس میں اس نے مولوی عبدالسبحان خاں اشرفی سکریٹری انجمن فلاح المسلمین

بریگیڈ کا مراسلہ شایع کیا تھا۔ مراسلے کا مضمون یہ تھا کہ مسلمان بقر عید کے لیے جانور خرید کر اپنی بستیوں میں لا رہے ہیں مگر ہندو انکی مداخلت کرتے ہیں اور مار پیٹ کر ان کے جانور ان سے چھین لیتے ہیں۔ اس سال بقر عید کے موقع پر تمام صوبے کا امن خطرے میں ہے۔ اسلیے مناسب ہے کہ وہ تمام مسلمان جو کاروبار کے سلسلے میں کلکتہ اور دوسرے مقامات پر مقیم ہیں اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آئیں ؟۔ یہ مراسلہ اسٹار آف انڈیا میں شایع ہوا اور بہار سے لے کر بنگال تک ہل چل مچ گئی لیکن حکام ضلع نے جب تحقیقات کی اور مراسلہ نگار کا سراغ لگایا۔ تو مراسلہ نگار موصوف نے فرمایا کہ میں انگریزی نہیں جانتا ہوں اور میں نے کوئی مراسلہ اسٹار آف انڈیا کو نہیں بھیجا ہے۔

اخبار مذکور کی دروغ گوئی کی دوسری مثال ملاحظہ ہو جو اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ چند مہینے ہوئے کہ وزارت کے اسی مہربان دوست نے ایک شوشہ چھوڑا کہ بہار سول سروس کی ملازمتوں کے سلسلے میں وزارت نے ایک مسلمان امیدوار کی صرف اس بنا پر حق تلفی کی ہے کہ وہ اتفاق سے بہار مسلم لیگ کے ایک لیڈر کا عزیز ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ وزارت نے مسلمان امیدواروں کے تقرری کے سلسلے میں پبلک سروس کمیشن کے سفارشات کا خاص طور پر احترام کیا، اور جتنے مسلمان مقرر کیے گئے اُن میں مسلم لیگ کے اُن سرگرم رکن کا وہ عزیز بھی شامل تھا لیکن اخبار مذکور نے چونکہ وزارت بہار کے معاملے میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ، سفیدی کو سیاہی اور سیاہی کو سفیدی ثابت کرنے کی قسم کھائی ہے اس لیے اس کو اس قسم کے پریشان خواب جن کی تعبیریں برعکس ہوں، ہمیشہ نظر آتے رہتے ہیں۔

ایک معمولی سی بات تھی کہ بہار کے محکمۂ پولس نے انتظامی امور کے سلسلے میں مونگیر کے

کانسٹبلوں کو پورنیہ تبدیل کر دیا۔ اتفاق سے تبدیل کیے جانے والے کانسٹبلوں میں سے مسلمان تھے
بس پھر کیا تھا پرچہ نویسوں نے مونگیر کی بات کلکتہ پہونچائی اور اخبار نویسوں نے اس حقیقت
میں یہ فرقہ وارانہ رنگ بھرا کہ ہندو وزارت نے مسلمان کانسٹبلوں کو جذبۂ فرقہ پرستی کے
ماتحت انتقاماً پورنیہ جیسے کورده مقام پر جہاں کی آب وہوا نہایت ہی خراب تھی بھیج دیا ہے
لیکن واقعہ یوں تھا کہ پورنیہ میں مسلمانوں کی آبادی بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ ہے۔ اس لیے
محکمۂ پولیس نے وہاں مسلمان کانسٹبل کی تعداد زیادہ رکھنا مناسب سمجھا۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ
کارروائی ۲۰ جون ۳۷ء سے ۷ جولائی ۳۷ء تک کے درمیانی ہوئی اور یہ وہ وقت تھا جبکہ
بہار کی زمام حکومت مسٹر محمد یونس کے ہاتھوں میں تھی۔ ایک اور سینہ زوری ملاحظہ ہو۔ کچھ عرصہ
ہوا کہ موضع ماسوڑھا ضلع ہزاری باغ کے مسلمانوں نے ایک قریب المرگ بزرگ کیلئے احتیاطاً پہلے ہی
سے ایک قبر تیار کرائی۔ بستی کے بعض ہندوؤں نے ذاتی عناد کی بنا پر اس قبر کی کچھ اینٹیں کھسکا دیں۔
بس پھر کیا تھا اسٹار آف انڈیا کو شگوفہ ہاتھ آیا اور لمبی چوڑی سرخیوں کیساتھ یہ مقالے شائع ہونے
لگے۔ کہ ہندوؤں نے ہزاری باغ میں ایک پورے قبرستان کو مشین گن سے اڑا دیا ہے اور بہار کا
محکمۂ عدل خاموشی سے تماشہ دیکھ رہا ہے۔

اس اخبار کی تقلید میں ملک کے بعض اُردو اخبارات بھی اکثر و بیشتر زہریلی خبریں تصنیف
کیا کرتے ہیں چنانچہ دلّی کے ایک اُردو روزنامے نے جو کانگریسی وزارتوں کی مخالفت میں
اسٹار آف انڈیا سے بھی کچھ آگے ہے اپنے ایک نوٹ میں بہار انڈیپنڈنٹ پارٹی کو مخاطب
کرتے ہوئے یہ شگوفہ چھوڑا کہ بہار میں کامل ہندو راج قائم ہو چکا ہے اور اس ہندو راج
نے حکومت ہند کے اس فیصلے کو منسوخ کر دیا ہے جس کے رو سے ۲۵ فی صدی ملازمتیں ملک

کے ہر محکمے میں مسلمانوں کے لیے مخصوص ہوا کرتی تھیں۔ یہ مقالہ اس وقت شائع ہوا تھا جب کہ
کانگریسی وزارت کی بالکل ہی ابتدا تھی اور اس نے ملازمتوں کے سلسلے میں اس وقت تک کوئی
اقدام نہیں کیا تھا۔ اخبار مذکور کے اس نوٹ سے صوبے کا باخبر طبقہ باآسانی یہ فیصلہ کر
سکتا ہے کہ یہ فرقہ پرست اخبارات کس طرح وقت سے پہلے وزارتِ بہار کی طرف سے خواہ مخواہ
کا سوئے ظن قائم کر لیتے ہیں۔ کلکتہ کے ایک دوسرے اردو اخبار نے چند مہینے ہوئے یہ
خبر اڑا دی کہ ضلع پٹنہ کے ہندو گنڈوں نے ایک مسلمان لڑکی کا زبردستی اغوا کیا اور ہندو
پولیس خاموشی سے تماشا دیکھتی رہی۔ وزارت نے اس خبر کو دیکھتے ہی فوراً تحقیقات شروع کی تحقیقات
کا نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ تو صحیح تھا لیکن اغوا شدہ لڑکی مسلمان نہ تھی۔ بلکہ پنجابی نٹوں کے ایک
خانہ بدوش گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اخبار مذکور کے رپورٹر نے مسلمانوں کو کانگریسی وزارت
کی طرف سے بدگمان کرنے کی غرض سے عمداً اسے مسلمان لکھ دیا ہے۔ پروپگنڈے کی انتہا یہ ہے
کہ ردعمل کے ایسے گوشوں میں بھی جہاں کانگرس کے اثرات مطلق کارفرما نہیں ہیں۔ اگر کوئی امر مسلم
مفاد کے خلاف ہوتا ہے تو اس کے لیئے بھی غریب کانگرسی وزارت ہی ملزم قرار دی جاتی ہے۔ مثلاً
پوسٹ آفس کے محکمے کو لیجیئے۔ باخبر دنیا جانتی ہے کہ یہ محکمہ ابھی صوبائی حکومتوں کے ماتحت نہیں
آیا ہے لیکن اسٹار آف انڈیا اور اسکے مقلدین کا قلم کون پکڑے جنھوں نے وہاں کی بعض بدعنوانیوں کا الزام
بھی کانگریسی وزارت کے سر تھوپنے کی کوشش کی۔ کچھ عرصہ ہوا کہ اسٹار آف انڈیا نے ایک نہایت ہی افسوسناک
مقالہ اس مضمون پر سپرد قلم کیا کہ بہار کی کانگریسی وزارت پوسٹ آفس کے محکمے میں اپنے ناجائز اثرات
سے کام لیکر مسلمانوں کی حق تلفی کرا رہی ہے۔ یہ ایک ایسا مضحکہ خیز اتہام تھا کہ سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی
بھی اس پر قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔

جب زمانہ میں کوئی فتنہ نیا ہوتا ہے ؎ وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری

ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ خطابات کے سلسلہ میں کانگرسی وزارت اور کانگرس ورکنگ کمیٹی کی جو پالیسی ہو وہ ایک سے زیادہ مرتبہ اخبارات کے صفحون پر آچکی ہی اور اخبار بیں دنیا کو پوری طرح اسکا علم ہو چکا ہی کہ کانگرس ملک میں تقسیم خطابات کے سلسلے ہی کو ہمیشہ کیلئے منقطع کر دینے کی حامی ہے۔ لیکن اس مسئلہ حقیقت سے آگاہی رکھنے کے باوجود ہمارے مہربان اخباروں نے سال نو کی فہرست خطابات دیکھتے ہی بے سوچے سمجھے یہ غل مچانا شروع کر دیا کہ بہار کی کانگرسی وزارت نے اورنگ آباد ضلع گیا کے اس ہندو ایس ڈی او کو جنے گذشتہ فسادات کے موقعہ پر اپنی مہا بھائی ہیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی جذبات کو جی کھول کر پامال کیا ہو رائے بہادر کا خطاب دیکر اس کے مسلم کش رویہ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر باخبر آدمی یہ جانتا ہی کہ تقسیم خطابات کے سلسلے میں صوبائی حکومتیں اپنی سفارشات چھ مہینہ قبل گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجدیتی ہیں گذشتہ جنوری میں جو خطابات تقسیم ہوئے انکی سفارشات کانگرسی وزارت کی مرتبہ نہ تھیں بلکہ کانگرس نے جب وزارت کا چارج لیا تو یہ فہرست مرتب ہو چکی تھی اور نہ بھی ہوئی ہو تو کانگرسی وزارت آل انڈیا ورکنگ کمیٹی کی پالیسی کی بنا پر انہیں مداخلت کرنے سے مجبور تھی۔ لیکن اس کے فیاض دوستوں کی فیاضی کو کیا کیا جائے جو اس " کارنامے " کا سہرا بھی خواہ مخواہ کانگرسی وزیروں کے سر باندھنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ " سہرا " اُن سروں کے لئے زیبا ہے جو کانگرس سے پہلے حکومت کی کشتی کے ناخدا تھے۔

وزارت بہار پر توجہ خاص

یہ عرض کیا جا چکا ہی کہ یہ فرقہ پرست اخبارات گو عام طور پر ملک کی تمام کانگرسی وزارتوں کے مخالف ہیں لیکن

بہار کی کانگریسی وزارت خاص طور پر بہ حیثیت سے انکی ملامتوں کا نشانہ بنی رہتی ہے۔ ہمارے اس بیان کے ثبوت میں ایک دلچسپ لطیفہ ملاحظہ ہو کچھ عرصہ ہوا بعض اردو اخبارات کے دفتر میں ایک مراسلہ اس مضمون کا آیا کہ گونڈہ گاؤں ضلع ہوشنگ آباد کے ایک مڈل اسکول میں مسلمان بچوں کو جبراً ہندی پڑھائی جا رہی ہے۔ حکومت بہار کے ایک مہربان اخبار نے اس مراسلے کو نہایت جلی حرفوں میں اس دیدہ زیب عنوان سے شائع کر دیا:-

"بہار کے اسکولوں میں طلباء کو جبراً ہندی پڑھائی جا رہی ہے"

لیکن ضلع ہوشنگ آباد اخبار مذکور کی بدنصیبی اور حکومت بہار کی خوش قسمتی سے بہار میں نہیں بلکہ صوبہ متوسط میں واقع ہو چکا تھا اس لئے بہار کے محکمۂ اشاعت کیلئے بجز اسکے کوئی چارہ نہ رہا کہ اخبار مذکور کے جغرافیائی معلومات کی جی کھول کر داد دے اور ایک تردیدی اعلان شائع کر دے۔

پہلے پہل یہ مراسلہ شاید لکھنؤ کے کسی اخبار میں شائع ہوا لیکن مراسلے کے عنوان سے چونکہ بہار کی کانگریسی وزارت رسوا ہو رہی تھی اس لئے فرقہ پرست اخبارات کی صحافتی گرسنگی کے لئے یہ خبر ایک غذائے لطیف ثابت ہوئی اور "لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم" کے اصول پر اسکی نقل در نقل کا سلسلہ غیر متناہی شروع ہو گیا۔ عنوان کی یہ ستم طرازی اگرچہ بہار کی وزارت کو بدنام کرنے سے قاصر رہی لیکن بہرحال اس شوخیٔ قلم نے ہندوستان کی تاریخ صحافت میں ایک دلچسپ لطیفے کا اضافہ کر دیا۔

فرقہ پرست اخبارات کی صحافتی دیانتداری کی یہ چند مثالیں جو سطور بالا میں پیش کی گئیں وہ محض مشتے نمونہ از خروارے تھیں۔ ورنہ اگر ان تمام افواہوں کو جو ہماری وزارت کے خلاف فضا میں پھیلائی گئی ہیں اگر اس مختصر سے رسالے میں جمع کیا جاتا تو ایک دفتر ہو جاتا۔

کچھ فرقہ وارانہ فسادات کے متعلق

بہار اسمبلی کی ایک نشست میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے وزارت کا موجودہ رویہ کیا ہے مسٹر کرشن بلبھ سہائے

پارلیمنٹری سکریٹری نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ وزارت اپنے آپکو مسلم حقوق کا امین سمجھتی ہے۔ یہ سوال کوئی نیا سوال نہ
تھا۔ بلکہ جس دن سے کہ کانگریسی وزارت نے اپنے عہدوں کا چارج لیا اسی دن سے یہ سوال مختلف حالات میں مختلف عنوانوں سے دہرایا
جا رہا ہے اور صوبے کی مسلم آبادی اس قسم کے زہریلے پروپگنڈے سے متاثر کی جا رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ صوبے کے سیاسی
ماحول میں کونسی ایسی ہی تبدیلی ہو گئی ہے کہ اس قسم کے پروپگنڈے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ کانگریسی وزارت نے آخر وہ کونسا ایسا قدم
اٹھایا ہے جس سے مسلمانوں کے حقوق اور مسلمانوں کے جذبات کے پامال ہونے کا اندیشہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسی قسم کے
پروپگنڈے سے متاثر ہو کر ایک اعلان کیا تھا کہ مسلمانان بہار بتلائیں کہ کانگریسی وزارت نے انکے ساتھ کہاں کہاں بدسلوکی کی ہے۔ اس
اعلان کے جواب میں ہر طرف سناٹا تھا۔ وہ لوگ جو بلند آہنگی سے بہار میں مسلم حقوق کی پامالی کا ڈھول پیٹ رہے تھے خاموش ہو گئے
بعض غیر ذمہ دار اخباروں نے البتہ اپنے چند کالم سیاہ کیے اور ایک فہرست مرتب کی جس میں کانگریسی وزارت کی بدسلوکیوں کو گنوایا گیا تھا۔
لیکن اس فہرست کی حقیقت اس سے زیادہ نہ تھی کہ صوبے میں ہندو اور مسلمان شورش پسندوں نے جو شرارتیں کیں اور جو فتنے برپا کئے وہ سب کے
سب بغیر کسی استثنا کے کانگریسی وزارت اور کانگریسی کارکنوں کیطرف منسوب کر دیے گئے۔ اور بہت دیدہ دلیری سے یہ ثابت کرنیکی کوشش
کی گئی کہ صوبے کے تمام فرقہ وارانہ فسادات میں بلاواسطہ یا بالواسطہ کانگریس کی مسلم کش پالیسی کارفرما ہے۔ انتہا یہ کہ اگر چند ہندو بدمعاشوں
نے کسی مسلمان عورت کو سر راہ چھیڑا تو انکی اس نازیبا حرکت میں بھی کانگریس کے ان دشمنوں کو کانگریسی وزارت ہی کا ہاتھ نظر آیا۔ اور ملک
کے غیر ذمہ دار اخباروں نے اس قسم کی خبروں پر ایسی بھڑکیلی سرخیاں لگائیں کہ بعض سادہ لوح مسلمان یہ سمجھنے لگے کہ صوبہ بہار میں آج
مسلمانوں کی آبرو تک خطرے میں ہے حالانکہ حقیقت حال اسکے بالکل برعکس ہے۔ معمولی فسادات صوبے کے طول و عرض میں ہمیشہ
ہوتے ہیں لیکن انکی ذمہ داری بھی ان اخباروں کی ہے جو اپنے زور قلم سے فرقہ وارانہ کشیدگی کو بڑھا رہے ہیں۔ اور کانگریس کی
خاص قومی وزارتوں کو ہندو راج کہہ کر ایک طرف تو فرقہ پرست ہندوؤں کے حملوں کو شہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف سادہ لوح
مسلمانوں کے ملی جذبات کو مشتعل کر کے انہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادہ کر رہے ہیں اور اس پروپگنڈے کا لازمی نتیجہ نت نئے
فتنوں اور آئے دن کے فسادات کی صورت میں مرتب ہو رہا ہے۔ کانگریس مسلمانوں کیلئے سب کچھ کر سکتی ہے لیکن چشم زدن
میں صدیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت کو بدل نہیں سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ فرقہ پرست ہندوؤں میں بھی اور مسلمانوں میں

بھی کانگرس چاہتی ہے کہ ان کے دل و دماغ پر قابو پایا جائے لیکن پا نہیں سکتی اور کیونکر پائے جب اس کی اس کوشش کیخلاف ملک کے سینکڑوں اخبارات اور مستعد داداروں اپنی پوری طاقت کیساتھ سرگرم عمل ہیں حقیقت یہ ہے کہ فرقہ دارانہ فسادات کو دبانے اور کچلنے کے سلسلے میں جو مناسب کارروائیاں پہلے ہوا کرتی تھیں وہی آج بھی ہو رہی ہیں لیکن اسکے باوجود یہ اعتراض اٹھایا جا رہا ہے کہ وزارت اپنے فرائض سے غافل ہے وزارت ہند و حکام کو مسلمانوں کے خلاف شہ دے رہی ہے وزارت ہندو فرقہ پرستوں کی طرف سے چشم پوشی کر رہی ہے، حالانکہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ صوبے کے طول و عرض میں جہاں جہاں فسادات ہوئے وہاں پولیس اور عدالت نے مناسب کارروائی نہیں کی۔ فرقہ دارانہ فسادات کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں حکومت بہار کی طرف سے انکی حقیقت پر اکثر روشنی ڈالی گئی لیکن اسٹار آف انڈیا کے ادارے نے جو غلط خبروں کی تصنیف میں ید طولیٰ رکھتا ہے ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی صحافتی دیانتداری پر غور کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔

حکامِ ضلع پر مسلم کشی کا الزام

کلکتہ کے ایک مشہور اردو اخبار کو یہ بھی شکایت ہے کہ بہار کے حکام ضلع اور افسران پولیس کا رویہ فرقہ دارانہ فسادات کے سلسلے میں غیر جانبدارانہ نہیں ہوتا۔ اور وہ ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کی طرف سے عمداً چشم پوشی کرتے ہیں۔ آج حکومت اس شکایت کی طرف سے بھی غافل نہ رہی اور اس نے مختلف ذرائع سے اس امر کی تحقیقات کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ آخر وزارت نے مجبور ہو کر اس سلسلے میں اخبار مذکور سے مدد چاہی اور محکمۂ اشاعت کو حکم دیا کہ وہ اخبار مذکور سے خط و کتابت کر کے دریافت کرے کہ کن کن مقامات پر کن کن حاکموں نے ہندو بلوائیوں کی مفسدانہ حرکات کی طرف سے عمداً چشم پوشی کی ہے۔ اور مسلمانوں کیساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ اخبار مذکور نے یوں تو حکام کی بندہ نوازی پر کئی صفحے سیاہ کر دیئے تھے۔ لیکن محکمۂ اشاعت کے مختصر سے مراسلے کا تشفی بخش جواب دینے کیلئے تھوڑا سا وقت بھی اُسے

میسر نہ آیا۔ آج اس تحریر کو کئی مہینے گزر چکے ہیں۔ لیکن وزارت بہار کی وہ گذارش ہنوز تشنہ جواب ہے
وزارت کیساتھ ساتھ مقامی حکام اور پولیس پر کس قسم کی تہمتیں تراشی جارہی ہیں اسکا اندازہ پبلک کو
گوپال گنج ضلع چھپرہ کی اس عجیب واردات سے ہوسکتا ہے کچھ عرصہ ہوا کہ اخبارات میں یہ شور مچا کہ چند ہندو
غنڈوں نے ایک مقامی مولوی صاحب کے صاحبزادے کو جان سے مار کر پھینک دیا ہے اور کانگریسی راج
میں یہ اندھیر ہو رہا ہے کہ پولس اور دوسرے حکام کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں اور تفتیش نہیں کرتے۔ اس خبر کے پھیلتے
ہی علاقے کی فرقہ وارانہ فضا متلاطم ہو گئی۔ تلاشیاں ہوئیں کنوؤں میں بانس ڈالے گئے تالابوں اور گڈھوں کا
پانی کھنگھالا گیا آخر بہزار خرابی ایک لاش برآمد ہوئی مولوی صاحب مذکور نے با سینہ بریاں و با چشم گریاں لاش
کی شناخت کرکے بتلایا کہ ہاں یہی میرے جگر گوشہ کی لاش ہے مسلمان بھائیوں نے بڑی دھوم دھام سے اس کی تجہیز و تکفین
بھی کردی۔ مگر وقت کا کھلاڑی اس سلسلے میں ایک نیا کھیل تصنیف کر رہا تھا۔ اتفاق کی شوخی کہئے۔ یا
قضا و قدر کا فیصلہ کہ چند ہی دنوں میں اس علاقہ کے ایک آدمی نے ان مردہ صاحبزادے صاحب
کو کلکتہ کی گلیوں میں گھومتا دیکھا۔ اور ان کے والد کو اطلاع بھیجدی۔ دوسرے ہی ہفتے میں صاحبزادے
صاحب سیر و سیاحت کا حوصلہ نکالکر وارد وطن ہوئے۔ اور پولس کو یہ بیان دیا کہ جوانی کے نشہ میں
انہوں نے ایک عورت سے چھیڑ خوانی کی تھی۔ علاقے کے لوگ ان کی زد و کوب کی فکر میں تھے اسلئے
وقت کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ وہ کچھ دنوں کیلئے روپوش ہو جائیں۔ معاملہ حسن و خوبی طے پا گیا۔
لیکن اخبارات کی شوخی طبع پبلک سے ہنوز داد طلب ہے۔ ع اتنی ہی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

مسلمانوں کے خلاف دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی حقیقت

صوبہ کے بعض مسلمان باشندوں کو کانگریسی وزارت سے یہ شکایت ہے کہ اس کے عہد حکومت میں
انہیں گذشتہ بقرعید کے موقعہ پر مراسم قربانی کی ادائگی کی پوری آزادی میسر نہ آئی۔ اور متعدد

مقامات پر انہیں دفعہ ۱۴۴ کے ذریعہ قربانی کرنے سے روکا گیا۔ اور یہ ان کے خیال میں انکے مذہبی حقوق کی صریحاً پامالی تھی۔ لیکن انکی شکایت بالکل لاعلمی پر مبنی ہے۔ گورنمنٹ نے ان کے مذہبی حقوق کو ہرگز پامال نہیں کیا۔ اور نہ کبھی کرنا چاہتی ہے۔ اس میں شک نہیں گذشتہ بقرعید کے موقع پر انتہائی مجبوری کے عالم میں جبکہ فرقہ وارانہ فضا مکدر ہو چکی تھی۔ اور جگہ جگہ فساد کے آثار نمایاں تھے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ضرور کیا گیا لیکن صورت حال ایسی تھی کہ ان نازک لمحوں میں سوائے دفعہ ۱۴۴ کے کسی فوری کارروائی کی گنجائش نہ تھی۔ مسلمان ایسے مقامات پر گائے کی قربانی کرنا چاہتے تھے۔ جہاں کبھی گائے کی قربانی نہیں ہوئی تھی۔ اور گورنمنٹ قربانی کے مسئلہ میں ہمیشہ سے اس اصول کی پابند چلی آرہی تھی۔ کہ جہاں گائے کی قربانی کا رواج ہو وہاں ہندو اگر آمادہ فساد ہوں جب بھی قربانی کرائی جائے۔ اور جہاں نہ ہوتی ہو وہاں اگر مسلمان زبردستی کرنی چاہیں تو انہیں روکا جائے یہ ایک پرانا اصول تھا گذشتہ بقرعید کے موقع پر بھی بغیر کسی جنبہ داری کے یہی اصول کانگریسی وزارت نے پیش نظر رکھا صوبہ میں جہاں جہاں گائے کی قربانی ہوتی ہے ان مقامات کی ایک فہرست سالہا سال سے سرکاری دفاتر میں موجود تھی گذشتہ بقرعید میں جب بعض مسلمانوں نے فرقہ پرستوں کے بھڑکانے سے ایسی جگہوں پر گائے ذبح کرنی چاہی جہاں کبھی ذبح نہ ہوئی تھی تو حکومت نے اسی فہرست کو پیش نظر رکھ کر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا اور انہیں ایک نیا فتنہ کھڑا کرنے سے باز رکھا لیکن انکے ساتھ جہاں گائے ہمیشہ سے ذبح ہوتی آئی تھی وہاں اگر ہندوؤں نے آمادہ فساد ہو کر مسلمانوں کے اس مذہبی حق کو چھیننا چاہا تو وزارت نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ اگر مسلمانوں کے خلاف دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی چند مثالیں وزارت کی یکسالہ تاریخ میں ملتی ہیں تو انکے ساتھ بہت سے واقعات ایسے بھی ہیں جبکہ مسلمانوں کو قربانی کے موقعہ پر ہندوؤں کی چیرہ دستی سے پناہ دی گئی اور ہندوؤں کی آبادی میں ہندو زمیندار کی زمین پر ہندو پولس کی نگرانی میں مسلمانوں سے گائے کی قربانی کرائی گئی۔ اور سنگینوں کی چھاؤں میں ان کا فطری حق انہیں دلایا گیا۔

مثال کے طور پر کل کی بات ہے۔ موضع خان پور تھانہ کٹرہ ضلع مظفر پور میں تقریباً ہزار ہندو مسلح ہو کر قربانی

کو روک رہی تھی حاکم ضلع نے فوراً مسلح پولیس کا ایک دستہ انسپکٹر کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ انسپکٹر نے بھر وقت مجمع کو منتشر کیا اور پولیس کی نگرانی میں مسلمانوں سے گائے کی قربانی کرائی۔ ایک دوسری مثال موضع کیسٹر تھانہ منیر ضلع پٹنہ کی ہو جہاں ٹھیک اسی طرح ہندوؤں کی ایک جماعت آمادہ فساد تھی اور مسلمانوں کو قربانی سے بزور روک رہی تھی سب ڈویژنل آفیسر نے فوراً موقعہ واردات پر پہونچ کر مسلمانوں کو قربانی کا موقعہ دیا۔ قربانی ہوئی لیکن اسکے ساتھ ہندوؤں کے جذبات بھی مشتعل ہوئے۔ ہر طرف لوٹ مار ہونے لگی۔ ہندو گنڈوں نے مسلمانوں کی کھیتیوں اور دوسری جائدادوں کو برباد کرنا شروع کیا۔ موقعہ کی نزاکت دیکھکر خود حاکم ضلع سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ وہاں پہونچ گئے اور بروقت حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہوئے۔

غرض یہ اور اس قسم کی بہت مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں جس کا جی چاہے سکریٹریٹ کے سرکاری دفتر میں آئے اور ان کا معائنہ کر کے اطمینان کرلے۔

بھاگل پور کے فرقہ وارانہ فساد کے سلسلے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہاں ہندوؤں کو رتھ جاترا کے جلوس نکالنے کی مشروط اجازت دے کر وزارت نے انکی جنبہ داری کی۔ لیکن اگر یہ جنبہ داری تھی تو حکومت کے نکتہ چیں موضع گردھا تھانہ مانجھی ضلع سارن کے اس خاص معاملے کے متعلق کیا کہیں گے۔ جہاں کے ہندوؤں کو امام باڑے کے راستے سے مہابیری جھنڈا نکالنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہندو وہاں بھی اپنے مذہبی حق کے طالب تھے۔ وہاں بھی یہی منطق ہیش کی جا رہی تھی کہ ہمیں ہر راستے سے اپنا مذہبی جلوس لیجانے کا فطری حق حاصل ہے۔ لیکن چونکہ راہ میں امام باڑہ تھا۔ اور ہندو ایک خلاف رواج کارروائی کرنا

چاہتے تھے۔ اس لئے وزارت کے انصاف نے انہیں اجازت نہیں دی۔

عوام کو معلوم ہونا چاہیئے کانگریسی وزارت کسی خاص فرقے یا کسی خاص جماعت کا راج نہیں ہے۔ اس کی نظر میں ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہیں۔ جہاں ہندو زیادتی کرتے ہیں وہاں وہ مسلمانوں کی پشت پناہی کرتی ہے۔ اور جہاں مسلمانوں کی زیادتی ہوتی ہے وہاں اس کا انصاف ہندوؤں کو پناہ دیتا ہے۔

بندے ماترم اور وزارت تعلیم

صوبہ بہار کے اسکولوں میں بندے ماترم کے قومی ترانے کے متعلق وزارت تعلیم نے جو فرمان نافذ کیا تھا۔ اس کے خلاف بعض مقامات پر بعض جوشیلے اصحاب جلسے منعقد کر کے گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی پالیسی پر غیر ذمہ دارانہ حملے کر رہے ہیں۔ چونکہ اس قسم کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے پہنچانی سے بہت دور ہیں۔ اس لئے آنریبل وزیر تعلیم اس سلسلے میں حقیقت حال کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ صوبے کے اسکولوں میں بندے ماترم گانے کا رواج بہت پہلے سے چلا آرہا تھا۔ بلکہ بعض اسکولوں میں تو یہ گانا لازمی قرار دیدیا گیا تھا۔ لیکن جب کانگریسی وزارت برسر اقتدار ہوئی تو اس گیت کے اکثر حصوں سے مسلمانوں کو اختلاف پیدا ہوا۔ اور آنریبل وزیر تعلیم نے ان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلے کی روشنی میں یہ حکم نافذ فرمایا کہ مدارس میں لڑکے اگر بندے ماترم گانا چاہیں تو صرف اسکے ابتدائی بند گا سکتے ہیں۔ ان بندوں میں ہندوستان کی زرخیزی کی تعریف ہے اور کچھ نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ حکم میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اگر کوئی ان دو بندوں کو بھی گانا

نہ چاہے یا اس میں شرکت سے انکار کرے تو اسکو مجبور نہ کیا جائے۔ یہ حکم صرف مسلمانوں کی اس شکایت پر جاری کیا گیا کہ "انہیں اس گیت کے گانے پر مجبور کیا جاتا ہے"۔ بہر حال اس حکم کے ذریعے مسلمانوں کی دونوں شکایتیں دور کر دی گئیں۔ اول تو یہ کہ اس کا گانا لازمی نہ رہا۔ دوسرے یہ کہ صرف دو ہی بند گانے کی اجازت دی گئی۔ اور ان بندوں کا گانا ممنوع قرار دیا گیا جن پر مسلمانوں کو اعتراض ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جو حکم مسلمانوں کی شکایت رفع کرنے کی غرض سے جاری کیا گیا۔ اسی کو مورد الزام قرار دیا جا رہا ہے۔

مسلمان بھائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وزارت ایک لمحے کے لئے بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی۔ کہ اس کے ادارے میں کوئی کارروائی ایسی ہو جس سے کسی فرقے کی مذہبی جذبات کو ٹھیس لگے۔ بندے ماترم کے ابتدائی بندوں کے گانے کی اجازت اس بنا پر دی گئی۔ کہ ان میں کوئی بات اسلامی عقائد اور اسلامی روایات کے منافی نہیں دیکھی گئی۔ اب رہا یہ سوال کہ اس گیت کا گانا سرے سے کیوں نہیں ممنوع قرار دیا گیا۔ تو معترضوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وزارت جس طرح ان کے مذہبی جذبات کا احترام واجب سمجھتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دوسری جماعتوں کے قومی جذبے کا لحاظ بھی اس کا فرض ہے۔ ایک ایسی حکومت جو اپنے کو ہر طبقہ اور ہر جماعت کا نمائندہ سمجھتی ہو اس کے لئے ایسی راہوں میں قدم قدم پر "دشواریاں" اور قدم قدم پر "ذمہ داریاں" ہوتی ہیں ـــ کاش وزارت کے "نیاس مخالفین" وزارت کی ان مشکلات کو سمجھنے کی کوشش کرتے؟

اب اس گیت کے ابتدائی دو بندوں کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

غالباً اس سے عوام کو اندازہ ہو جائے گا۔ کہ ان میں کوئی بات اسلامی عقائد کے
خلاف نہیں۔ بلکہ وطن کی زرخیزی زرریزی اور خوبصورتی کی تعریف ہے۔ مسلمان
بھائیوں کو اس کے مطالعے سے پہلے حب الوطن من الایمان کی بھولی ہوئی حدیث کو یاد
کر لینا چاہئے۔

بندے ماترم

اے ماں تجھے بندگی عرض کرتا ہوں

اچھے پانی والی — اچھے پھلوں والی۔ دکن کی ٹھنڈی ہواؤں والی — کہلاتے
ہوئے کھیتوں والی (ماں)

میں تجھے بندگی عرض کرتا ہوں

میٹھی مسکراہٹ والی۔ میٹھی بولی والی — سکھ دینے والی
برکت دینے والی (ماں)

میں تجھے بندگی عرض کرتا ہوں

خوبصورت سفید چاندنی والی۔ کھلے ہوئے پھولوں والی۔ گنجان درختوں والی (ماں)

میں تجھے بندگی عرض کرتا ہوں

تیس کروڑ زبانوں سے آواز نکل کر گونج رہی ہے۔ ساٹھ کروڑ ہاتھوں میں تلوار کھنکھنا رہی ہے۔
ایسی ماں کو کون کہتا ہے کہ تو کمزور ہے — تو تو بہت طاقت والی ہے۔

اپنے بچوں کی حفاظت کرنی والی ماں۔ دشمن کے جتھے کو پراگندہ کرنیوالی ماں
میں تجھے بندگی عرض کرتا ہوں

لوکل باڈیز اور مسلمان

ملک کے اسلامی اخبارات کچھ عرصے سے یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ وزارت بہار صوبے کے لوکل باڈیز میں مسلم حقوق کی نگرانی کا فرض پوری طرح ادا نہیں کر رہی ہے۔ لیکن وزارت کو خود ایک حد تک اس کا اعتراف ہے اور وہ موجودہ میونسپل ایکٹ کو خود ناقص سمجھتی ہے اور مستقبل قریب میں اس کی ترمیم کرنا چاہتی ہے لیکن ہر آئینی کارروائی کیلئے تھوڑے وقت کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں جو نیا آئینی اقدام کیا جائے گا۔ اس سے مسلمانوں کی تمام شکایتیں دور ہو جائیں گی۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں میں ابھی تک انتخاب نہیں ہوا۔ میونسپلٹیوں کے انتخاب کا اکثر مقامات پر مسلمانوں نے خود مقاطعہ کیا۔ لیکن ان کے باوجود نامزدگی کے ذریعے جہاں تک ممکن تھا ان کی نمایندگی کا لحاظ کیا گیا۔

صوبہ کی کل ۵۱ میونسپلٹیوں میں ۳۹ جگہ الکشن ہوا۔ ان ۳۹ میونسپلٹیوں میں نامزدگی کی نشستیں کل ۱۳۳ ہیں۔ جن میں ۴۵ جگہوں پر مسلمان نامزد کئے گئے۔ اس حساب سے مسلمانوں کو اس میں ۲۶ فی صدی سے زیادہ حصہ ملا۔